فکرونظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اندازِ شہادت نہیں، نصابِ شہادت!

اہلحدیث وسنت کا منہج فکر:

دورِ حاضر کا ایک بہت بڑا فتنہ مغربی سیاست کے تسلط کے باعث ذہنی مرعوبیت بلکہ ذہنی غلامی کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی معروف اسلامی فکر کا ٹکراؤ مغرب کے فریب خوردہ ذہن سے ہوتا ہے تو کوشش یہ کی جاتی ہے کہ کسی طرح اسلامی نقطہ نظر کی ہم آہنگی مغربی نظریات سے تلاش کی جائے جس کے باعث نہ صرف تاویل والحاد کا دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ اصل اسلامی فکر پسِ پردہ چلا جاتا ہے اور ایک بالکل غلط نظریہ اسلام سے منسوب ہو کر اس کی جگہ لے لیتا ہے ــــ ہم سمجھتے ہیں کہ اس خطرناک صورتِ حال سے بچنے کا واحد ذریعہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمسک اور آپؐ کے اقوال وفرامین کو مشعلِ راہ بنانا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو خوارج سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تو انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ دلائل میں سنت وحدیث سے زیادہ کام لینا کیونکہ قرآنِ مجید مجمل ہونے کی بنا پر زیادہ آسانی سے تاویل کا نشانہ بن جاتا ہے۔ (الکامل للمبرد کتاب الخوارج)

اسی طرح عباسی دور میں جب فلسفہ وتصوف نے عقل ومعرفت کے نام پر عجمی افکار کو اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی تو فقہائے محدثین نے سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم) کا سہارا لے کر ہی تعبیر دین میں تاویل و انحراف کے دروازوں سے آمدہ بادِ سموم کا منہ موڑا ــــــ اگرچہ ان نظریات کے حاملین نے خود کو پُرفریب ناموں سے موسوم کیا، لیکن محدثین نے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتاب اللہ کی واحد اور دائمی تعبیر قرار دے کر ان کے فریبوں کا پردہ چاک کر دیا ــــــ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا، اسے آپؐ نے (وحی و الہام کی مدد سے) قرآن مجید ہی سے سمجھ کر بیان فرمایا ہے، جبکہ امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ اپنی مشہور کتاب "الاموال" میں فرماتے ہیں:

"وَكَذٰلِكَ شَرَائِعُ الْقُرْاٰنِ كُلُّهَا اِنَّمَا نَزَلَتْ جُمَلًا حَتّٰى فَسَّرَتْهَا السُّنَّةُ!" (ص ۷۲۵)

کہ "قرآن مجید کے سارے کے سارے مسائل کا نزول اجمالاً ہوا ہے حتیٰ کہ اس کی تفصیل و تعبیر کا فریضہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انجام دیا ہے!"

حاصل یہ ہے کہ مسائل کے لیے صحیح نہج کتاب و سنت دونوں کو ملا کر اخذ و استنباط ہے نہ کہ دونوں سے علیحدہ علیحدہ استخراج! ــــــ کیونکہ اس طرح سے بسا اوقات باہمی تخالف و تضاد سامنے آتا ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے درمیان تفریق کا موہم ہوتا ہے ــــــ جبکہ تشریع میں صحیح فکر یہ ہے کہ:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ!"

"جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی!"

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دین و شریعت کو تاویل و تحریف سے بچانے والے وہی لوگ تھے جنہوں نے دین کی تشریح و تعبیر میں سنتِ رسول اللہ کو آخری اتھارٹی قرار دیا اور اسی بناء پر انہیں اہلِ سنت کے نام سے یاد کیا گیا کہ ان لوگوں نے دین میں نہ تو عقل و معرفت کے نام سے کسی پیوند کاری کو قبول کیا اور نہ ہی تقدس و تبحر کے پردوں میں کسی متعین شخصیت یا گروہ کی تعبیر و ہدایت کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالا۔ گویا کتاب و سنت وہ عروۃ الوثقیٰ ہیں جن کا باہمی انفصام نہیں اور ان دونوں کو تھام کر چلنے ہی میں تمام فتنوں سے محفوظ رہنے کا راز پوشیدہ ہے ــــــ جبکہ اس کے برعکس

بڑے بڑے تجدد و اصلاح کے دعویدار وقت کی عبقری شخصیتیں ہونے کے باوجود حدیث و سنت کے حق میں معمولی سے تساہل کی بناء پر بڑے بڑے علمی اور فکری فتنوں کا شکار بن کر ہمیں ضلالت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں اوندھے منہ گرے ہوئے نظر آتے ہیں — ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ!"

کہ "جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سے انحراف کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اس بناء پر وہ کسی (خطرناک) فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں یا وہ (اللہ رب العزت کی طرف سے کسی) دردناک عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائیں!" —— اعاذنا اللہ منہ وایاکم وسائر المسلمین، آمین!

عورت کی شہادت کے بارے میں صحیح موقف؟

آمدم برسرِ مطلب! —— پاکستان میں مرد و زن کی فریبانہ مساوات کے زعم سے جن لوگوں نے مسئلہ شہادت میں عورت کو مرد کے برابر حق دینے کے لیے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ قرآنِ مجید کی رُو سے جب دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام بنایا گیا ہے تو:

"صحیح صورت وہی ہے . . . . کہ دونوں میں سے شہادت تو ایک عورت دے گی، دوسری مذکرہ یاد دلانے والی ہو گی!"

("الاعتصام" ۱۸ مارچ ۱۹۸۲ء، زیرِ عنوان "عورت کی شہادت کا مسئلہ")

—— ہماری نظر میں وہ سنت کو نظر انداز کر کے صریحاً فتنے کا شکار ہوتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں جن لوگوں کو دین و علم سے وابستگی نہیں ہے یا جن کا علمی حدود اربعہ لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کے پروردہ ہونے کی بناء پر مستشرقین کی تعبیرات تک محدود رہے، ان کا قرآنِ مجید کی ایسی بے سروپا تفاسیر میں ٹامک ٹوئیاں مارنا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن کسی عالمِ دین کا قرآن مجید کے نام پر حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف تفسیر کرنا حد درجہ افسوسناک ہے —— یہی وجہ ہے کہ جائزہ کی حد تک ہم زیرِ بحث آیتِ قرآنی

"وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ" کے تحت مندرجہ ذیل تین تفسیریں ذکر کر کے ان میں سے صحیح اور غلط کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں :

۱۔ "گواہی دینے والی تو ایک عورت ہوگی، دوسری مذکرہ ہوگی جو (اس کو بغور سنے گی یا) شہادت کے کسی حصّہ کو بھولنے پر اطلاع دے گی!"

اس تفسیر سے مقصود یہ ہے کہ حقوقِ نسواں کے نام پر لاہور اور کراچی کی سڑکوں پر طوفان کھڑا کرنے والی باغی عورتوں کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جا سکے کہ اسلام نے شہادت میں ان کو مردوں کے برابر حق نہیں دیا۔ (ابتدائیہ مذکورہ مضمون ملخصاً ۔ الاعتصام[1] ۱۸ مارچ ۸۳ء)

۲۔ "دونوں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی!"

—— یعنی پہلی عورت کے شاہدہ ہونے کے باوجود اس کی شہادت ناقص ہے، جسے دوسری پورا کرے گی گویا ایک عورت کی شہادت، شہادت ہی نہیں ہے بلکہ دونوں عورتیں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی۔

یہ موقف اس وقت اختیار کیا گیا، جب "محدث" نے مذکورہ مضمون پر تبصرہ کیا اور اس کے جواب میں صفائی پیش کرنے کی کوشش کی گئی (ملاحظہ ہو مضمون "مسئلہ شہادت اور مدیر محدث" ہفت روزہ الاسلام گوجرانوالہ، مورخہ ۱۰ جون ۸۳ء

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" لاہور، مورخہ ۲۷ مئی ۸۳ء

ہفت روزہ "اہلحدیث"، جون ۸۳ء، ماہنامہ محدث جون ۸۳ء)

---

[1] یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ خود مدیر "الاعتصام"، حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ تعالیٰ "الاعتصام" میں شائع ہونے والے اس آرٹیکل کے شائع ہونے سے ایک ماہ قبل اخبارات کو اپنا بیان جاری کر چکے تھے (جو "الاعتصام" ہی کی ۲۵ فروری ۸۳ء کی اشاعت میں بھی شامل ہوا) کہ خواتین کا یہ مظاہرہ نص قرآنی کے خلاف اور قرآن مجید سے بغاوت و انحراف ہے۔ مولانا نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ "دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے!" —اور یہ نص قرآنی ہے —— لہٰذا "الاعتصام" میں اس مضمون کی بعد ازاں اشاعت سے یہ دھوکا نہ ہونا چاہیے کہ خدانخواستہ "الاعتصام" کا اپنا موقف بھی صاحبِ مضمون کی تائید میں ہے۔

گویا یہ پہلے نقطۂ نظر کے بعد دوسری انتہاء ہے کیونکہ پہلی تفسیر کا مقصود یہ ہے کہ گواہی میں اصل (مرد کی طرح) ایک عورت ہے، دوسری کی حیثیت (اگر ضرورت پڑے تو) یاد دلانے والی کی ہے ورنہ پہلی عورت اگر شہادت نہ بھولے تو اس کی شہادت کافی ہے ــــ جبکہ دوسری تفسیر کا مقصود یہ ہے کہ ایک شہادت کی تکمیل دونوں عورتوں سے مل کر ہوگی؛ اکیلی کی شہادت ناقص رہے گی جو تنہا شہادت نہیں ہے بلکہ دونوں کی مل کر ایک شہادت ہے۔

مزید وضاحت ملاحظہ ہو، آپ لکھتے ہیں:

"مذکرہ، جب تک شاہدہ کے ساتھ نہ ہو تو ایسی شاہدہ کی شہادت قابلِ قبول نہیں ـــــ شاہدہ ہو یا مذکرہ، ان کا واقعہ سے پوری طرح باخبر ہونا لازمی امر ہے ــــ دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی!"

(مسئلۂ شہادت اور مدیر محدث" حوالہ مذکور)

ـــــ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ پہلے مضمون میں آپ کو یہ اصرار بھی ہے کہ:

"ساتویں بات یہ ہے کہ اگر شہادت دہندہ عورت شہادت کے کسی اہم حصّہ کو بھول جائے یا غلطی کرے، جس سے حق ثابت ہوتا ہو، نسیان یا خطاء کے بعد پہلی کی شہادت متاثر نہ ہوگی!"

ـــــ ملاحظہ فرمایا آپ نے، جوشِ تعاقب میں کس طرح تضادات کا شکار ہو رہے ہیں۔

۳۔ دونوں عورتیں گواہ ہیں ـــــ دونوں شاہدہ ہیں ـــــ دونوں کی شہادت اپنی اپنی جگہ شہادت ہے تاہم دونوں کی شہادت مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوگی!

چونکہ مذکورہ بالا تینوں تفسیریں مسئلہ شہادت میں عورت مرد کی برابری یا عدمِ مساوات کی بحث میں وارد ہوئی ہیں، اس لیے ان تینوں میں زیرِ بحث نصابِ شہادت' اور نصابِ شہادت میں عورت کی حیثیت ہے۔ نہ کہ شہادت کی کیفیت! ـــــ لہٰذا زیرِ بحث موضوع کی مناسبت سے صحیح موقف تیسری تفسیر ہے جسے ہم نے محدث" کے شمارہ اپریل ۸۳ء کے ایک آرٹیکل میں اختیار کیا ہے اور جو اس کے عنوان سے ہی ظاہر ہو رہا ہے:

"قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَشَھَادَۃُ امْرَأَتَیْنِ تَعْدِلُ شَھَادَۃَ رَجُلٍ!" (صحیح مسلم)

"پس دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے!"

یعنی دونوں عورتیں شاہدہ بھی ہیں اور دونوں کی شہادت مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر بھی ہے ——— یا یوں کہیے کہ دونوں میں سے ہر عورت کی شہادت شہادت تو ہے لیکن مرد کی نصف شہادت جیسی ——— جو اس فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترجمہ ہے:

"اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ"

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت جیسی نہیں؟"

——— صحابیات رضؓ نے اعتراف کیا:

"بلیٰ!"

"کیوں نہیں (اے اللہ کے رسولؐ!)"

ہمارا موقف واضح ہے کہ ہم مساواتِ مرد و زن کے مغربی نظریہ کی حمایت پر تعاقب کرتے ہوئے نصابِ شہادت میں عورت کی حیثیت پر بحث کر رہے ہیں۔

——— ہماری بحث شہادت کی کیفیت سے نہیں اور نہ وہ موضوعِ بحث ہے! ———

قرآنِ مجید کی متذکرہ بالا آیت نصابِ شہادت کے بارے میں نص ہے کیونکہ آیت میں معاملہ قرض کی کتابت کی بات ہو رہی ہے جس پر گواہ بناتے وقت دو مردوں کو گواہ بنانے کا بیان ہے اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی متبادل صورت کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ موقع گواہی دینے کا نہیں، گواہ قرار دینے کا ہے ——— ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

"وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ!"

کہ "دو مردوں کو گواہ قرار دو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو، ان میں سے کہ تمہارے پسندیدہ گواہ ہیں!"

جب آیتِ بالا کا تعلق ہی کتابت اور گواہ مقرر کرنے سے ہے تو مسئلہ یہی زیرِ بحث ہے کہ دو مردوں کی عدم موجودگی میں، جو اصل نصابِ شہادت ہیں، اب ایک مرد اور دو

عورتیں نصابِ شہادت ہوں گی ــــــ اور قرآن مجید کے الفاظ " مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ " سے ظاہر ہے کہ دونوں عورتیں شاہدہ ہوں گی، خواہ ایک کی شہادت کا معیار مرد کی نصف شہادت ہو ــــــ پھر " اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى " کے الفاظ سے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام رکھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے ایک کے بھٹکنے پر دوسری تذکار کا کام کرے گی ــــ واضح ہے کہ یہ ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کو گواہ قرار دینے کی علت ہے، نہ کہ کسی ایک کے شاہدہ اور دوسری کے مذکرہ بنانے کی تعیین یہاں مقصود ہے! اپنے تعاقب میں صاحبِ مضمون عورتوں کی تعداد (نصابِ شہادت) کی واحد علت (اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى) کو قرار بھی دے چکے ہیں، گویا وہ خود تسلیم کر چکے ہیں کہ یہاں بحث نصاب کی ہے کیفیتِ شہادت کی نہیں۔ (محدث جون ۸۳ صفحہ ۱)

بعض مفسرین نے اگرچہ یہاں فقہی بحث کرتے ہوئے دونوں کو شاہدہ اور دونوں کو مذکرہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بحث نص (سیاقِ آیت) سے اضافی چیز ہے جبکہ اصل نص (نصابِ شہادت) میں ضلال و تذکار دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کرنے کی علت ہے ــــــ ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۲، احکام القرآن ابن العربی ج ۱ ص ۲۵۶) ــــــ اور ہماری اس بات کی تائید خود بزرگ موصوف نے احادیث سے بھی بطور نص کی ہے ــــــ ملاحظہ ہو مضمون " مسئلہ شہادت اور مدیر محدث " ۔ محدث ص ۱۲)

خلاصہ یہ کہ آیت مذکورہ بالا اور دونوں حدیثوں سے نصابِ شہادت میں صحیح مؤقف حسب ذیل ہے:

۱۔ دو مرد نہ ہونے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جا سکتا ہے۔

۲۔ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہو گی۔

۳۔ ایک عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی جیسی ہو گی۔

۴۔ ایسی صورت میں ہر عورت شاہدہ ہے یعنی مکمل نصاب میں اس کی گواہی ایک شہادت شمار ہو گی۔ ایسا نہیں کہ جب تک دوسری عورت کی شہادت ساتھ شامل نہ ہو تو پہلی کی گواہی شہادت ہی شمار نہ ہو۔

اگرچہ علماء نے شہادت کی جو (اضافی) کیفیت واضح فرمائی ہے، اس کی رُو سے

دونوں ایک وقت میں اکٹھی شہادت دیں گی، دونوں کے شاہدہ ہونے کے باوجود صورت شہادت ایسی ہوگی کہ باہمی یاددہانی ہوتی رہے ـــــ بالفرض اگر دو مردوں کو اکٹھے کرکے اس طرح بیان لیا جائے تو وہ دونوں اکٹھے بیٹھ کر اپنے بیان سے ایک دوسرے کو یاددہانی کا کام بھی کریں گے لیکن یہ نہیں ہوگا کہ اس طرح سے دونوں کی شہادت علیحدہ شہادت شمار نہ ہو ـــــ گویا دو عورتوں کے اکٹھے مل کر شہادت دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر عورت کی علیحدہ شہادت نہ ہو اور دونوں کا بیان مل کر شہادت مکمل ہو۔ فافہم وتدبّر!

الغرض، آپ نے دیکھا کہ عورت کو مرد کے برابر مقام دینے کی ناکام کوشش میں عورت اپنے مقام سے بھی گر گئی، یوں کہ اس کی شہادت اکیلے شہادت ہی نہ رہی بلکہ "دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی" ـــــ یا یوں کہیے کہ عورت کی محبت میں عقلمند مرد کی عقل یوں جاتی رہی کہ عورت کو مرد کے برابر کرنے کے شوق میں اس کے اپنے مقام سے بھی محروم کر دیا ـــــ اس سے اکیلے شاہدہ ہونے کا حق بھی چھین لیا ـــــ

ـــــ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے،

"مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاكُنَّ!"

کہ "میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کے نقصان کے، عقلمند مردوں کی مت مارنے والی تم (عورتوں) سے بڑھ کر کوئی ہو!"

(محدث اپریل ۸۳ء ص، بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

شہادت کی تعریف اور تکمیل:

چونکہ تعاقب کرنے والے بزرگ قرآن مجید میں دو عورتوں کے نصابِ شہادت کے بیان میں "مِنَ الشُّهَدَآءِ" کے لفظ سے پریشان ہیں کہ اس لفظ سے ہر عورت کی شہادت (نہ دونوں کے مل کر ایک شہادت) ثابت ہوتی ہے اس لیے انہوں نے مذکرہ کو بھی من وجہ شاہدہ[1] کا نام دینے کے لیے شہادت کی ایک نئی تعریف گھڑی ہے کہ "مشاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس کو بیان کرنے کا نام شہادت ہے"۔ حالانکہ یہ تعریف

[1] پہلے یہ صرف مذکرہ تھی، فافہم!

غلط ہے۔ مثلاً ہم اللہ تعالیٰ کے واحد الٰہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں جو مشاہدہ سے نہیں وحی سے ہے۔ گویا ان کے نزدیک ہمارا کلمۂ شہادت "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کلمۂ شہادت نہیں ہے۔

پھر کسی کے شاہد ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وُہ واقعہ کو مکمل طور پر بیان کرے، بلکہ واقعہ کا کوئی ایک جزء بیان کرنا بھی شہادت ہے، اس لیے یہ تصور کہ دونوں مل کر ایک شہادت کو مکمل کریں گی غلط ہے[1]۔ بلکہ اگر دونوں شہادت کا ایک جزوی حصہ بیان کرتی ہیں تو پھر بھی ہر ایک شاہدہ ہے۔ جو لوگ شہادت کے عملی انداز سے واقف ہیں، ان کے ہاں یہ بات معروف ہے۔ دراصل تعاقب کرنے والے بزرگ بحث کو اندازِ شہادت کی طرف لے جانا تو اس لیے چاہتے ہیں کہ ایک کو شاہدہ، دوسری کو مذکرہ ثابت کر سکیں حالانکہ اس سے دونوں کا شاہدہ ہونا ثابت ہو رہا ہے، جو ہمارے موقف کی تائید ہے۔ واضح رہے کہ صاحبِ موصوف نے اپنے تعاقب کے آخر میں احادیث کے عنوان سے جب احادیث کو نصابِ شہادت پر نص قرار دیا ہے تو ہمارا موقف نہ صرف خود تسلیم کیا ہے بلکہ اسے سب کے نزدیک متفقہ مسئلہ قرار دیا ہے گویا نصابِ شہادت کی بحث میں موصوف اب ہم سے متفق ہو گئے ہیں اور یہی موضوعِ بحث تھا۔ شہادت کی کیفیت کی بحث ہم نے شروع ہی نہ کی ہے۔ ہمیں اس بحث میں خواہ مخواہ الجھایا جا رہا ہے اور ہمارا موقف وُہ قرار دیا جا رہا ہے جس کے ہم قائل نہیں۔

---

[1] صاحبِ موصوف نے تکمیلِ شہادت کے سلسلے میں ماضی قریب کے دو بزرگوں کی عبارت سے بھی دھوکا کھایا ہے حالانکہ تکمیلِ شہادت اور عورت کی مستقل شہادت میں منافات نہیں ہے اس لیے کہ عورت کی مستقل شہادت کے معنی یہ ہیں کہ ہر عورت کا شمار شاہدہ کے طور پر ہو گا اگرچہ مقدمہ میں اسے شہادت کی تکمیل نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ شہادت کی تکمیل کے معنے یہ ہیں کہ مزید شہادت کی ضرورت نہیں، حالانکہ صرف ایک مرد یا متبادل دو عورتوں کی شہادت کو مقدمہ میں شہادت کی تکمیل نہیں کہا جا سکتا، بلکہ شہادت اس وقت مکمل سمجھی جائے گی جب گواہ نصابِ شہادت کو پہنچ جائیں۔ استاذ احمد مصطفےٰ المراغی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارتوں میں شہادت کا مضمون مکمل ہو جانے کے یہی معنیٰ ہیں۔ فتدبر ولا تعجل!

ہمارا موقف اور اس کی غلط تعبیر:

"محدث" اپریل ۸۳ء میں ہم اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کر چکے ہیں:

"سوال یہ ہے کہ ....

.... حکمت و مصلحت خواہ کچھ بھی ہو، شہادت کا انداز خواہ کوئی ہو، اس مذکورہ نصاب میں کچھ کمی بیشی ممکن ہے؟" (ص ۳)

گویا ہمارا موضوعِ بحث نصاب ہے، اندازِ شہادت نہیں، جبکہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے سب سے پہلے ہمارا موضوعِ بحث نصابِ شہادت کی بجائے اندازِ شہادت قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس بہانہ سے بحث کو الجھایا جا سکے۔

علاوہ ازیں، اندازِ شہادت میں ہمیں اس موقف کا قائل قرار دینے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ:

"ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت دیں گی!"

حالانکہ یہ دونوں چیزیں علیٰ رؤس الاشہاد ہمارے موقف کی غلط تعبیر ہیں۔ ہم اندازِ شہادت کی بحث نہیں کر رہے اور نہ عورتوں ہی نے کسی اندازِ شہادت سے پریشان ہو کر جلوس نکالے تھے بلکہ وہ مرد و زن کے مغربی فتنہ پرور اور بے باکانہ مساوات کے تصور کی حمایت میں مظاہرہ کرنے اٹھی تھیں، جن کو دلاسہ دینے کے لیے وہ مضمون لکھا گیا جس پر تبصرہ کرنے کی سعادت ہمیں نصیب ہوئی!

—— اور نصابِ شہادت پر بحث کرتے ہوئے بعض جگہ اپنے اسی مضمون میں ہم نے واضح طور پر یہ اظہار کیا ہے کہ دو عورتیں اکٹھی گواہی دیں گی۔ ملاحظہ ہو "محدث" اپریل ۸۳ء ص ۶:

"ہاں اگر دو مرد نہ ملیں تو پھر بغرض سہولت ایک مرد اور دو عورتیں (مل کر گواہی دیں گی!")

قارئین کرام، آپ نے ملاحظہ فرمایا، کہ ہمارے مضمون میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ دونوں عورتوں کی گواہی مل کر ہوگی جبکہ ہمارے تعاقب میں ساری بنیاد ہی ہمارا یہ موقف قرار دے کر رکھی جا رہی ہے کہ:

"مدیرِ محدث کا موقف یہ ہے کہ ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت

دیں گی!"

ع　ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے!

جب بنیاد ہی درست نہیں تو اس بنیاد پر ہمارا تعاقب کیا معنی رکھتا ہے؟ ــ کیا اس سے یہی مفہوم نہیں ہوتا کہ صاحبِ مضمون کو ہم پر محض یہ غصہ ہے کہ ہم نے ان کے مضمون پر تبصرہ کیوں کیا ہے؟ ــــــ پس اس موقع پر ہم ان کی توجہ اس فرمانِ الٰہی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ!"

"کسی قوم سے دشمنی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کر دے کہ تم انصاف سے ہاتھ دھو بیٹھو، (نہیں بلکہ) عدل کرو، یہی بات تقوٰی کے بہت زیادہ قریب ہے!"

ائمۂ تفاسیر اور عورت کی شہادت:

ہم نے سطورِ بالا میں جو موقف آیتِ شہادت کی تفسیر کے بارے میں اختیار کیا ہے، تقریباً جملہ مشہور ثقہ تفاسیر میں یہی موقف اختیار کیا گیا ہے ــ اور جیسا ہم متذکرہ بالا تین تفسیریں درج کر کے تیسری تفسیر کو راجح قرار دے چکے ہیں کہ دونوں عورتوں میں سے ہر عورت شاہدہ ہے اور دونوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے لیکن چونکہ اس کے برعکس ہمارا تعاقب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تقریباً تمام ائمۂ تفسیر نے اس موقف کی تردید کی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ائمۂ تفسیر کا موقف واضح کر دیا جائے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کیا موقف رکھتے ہیں اور وہ کس تفسیر کی تردید فرما رہے ہیں۔

ہم پہلے بھی یہ نشاندہی کر چکے ہیں کہ تفسیر ابنِ کثیر کی ایک عبارت سے تعاقب کرنے والے کو شدید مغالطہ ہوا ہے لیکن جوشِ تعاقب میں ہمارا نقطہ ان کی سمجھ سے بالا رہا ہے، اس لیے چاہتے ہیں کہ موصوف کو ان کی غلطی کی وجہ کھول کر بتا دیں ــــــ حافظ ابنِ کثیرؒ کی مکمل عبارت ہم اپنے تبصرہ میں نقل کر چکے ہیں اب اس کے متعلقہ حصّوں کا اعادہ کریں گے:

"وَإِنَّمَا أُقِيمَتِ الْمَرْأَتَانِ مُقَامَ الرَّجُلِ لِنُقْصَانِ عَقْلِ الْمَرْأَةِ . . . . وَمَنْ قَالَ إِنَّ شَهَادَتَهَا مَعَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ أَبْعَدَ وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ!"

"اور دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام صرف عورت کی عقل کے نقصان کی وجہ سے بنائی گئی ہیں" (پھر حافظ ابنِ کثیرؒ نے صحیح مسلم کی ایک حدیث، جس میں عورت کی عقل کے نقصان کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ "دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے" ۔ اور یہی ہمارے تبصرہ کا عنوان بھی ہے ـــــ لکھ کر کتابتِ وثیقہ اور اندراجِ گواہان کی بحث مکمل کی ہے، جس کے بعد ایک تفسیر، جو امام سفیان بن عیینہ اور ابوعمرو بن علاء، سے منقول ہے، ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ) "اور جس نے کہا کہ دوسری عورت کی شہادت پہلی عورت کی شہادت کے ساتھ مل کر اسے مذکر کی شہادت کی طرح بنا دے گی، اس نے دُور کی بات کہی ہے جبکہ صحیح پہلی تفسیر ہے ۔ واللہ اعلم!"

یعنی ابنِ کثیرؒ کے ہاں وہی تفسیر صحیح ہے جو پہلے مذکور صحیح حدیث (مسلم) سے ثابت ہو چکی ہے کہ شہادت میں دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام ہیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ابنِ کثیرؒ نے کس وضاحت کے ساتھ ہماری بیان کردہ تفسیر کی تائید فرمائی ہے، لیکن صاحبِ موصوف مرجوح تفسیر کو سرسری نظر سے دیکھنے کی وجہ سے اس کی اصلیت سمجھنے میں غلطی کھا گئے ہیں۔

ـــــ گہری توجہ نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے "کَشَهَادَةِ ذَكَرٍ" کی بجائے "كَشَهَادَةِ رَجُلٍ" کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ اور اس حد تک اپنی غلطی وہ تسلیم بھی کرتے ہیں ـــــ لیکن اس سے مفہوم میں جس بڑی تبدیلی کا وہ شکار ہوئے ہیں اس کا استدراک وہ ابھی تک نہ کر سکے ہیں، جبکہ جذباتیت اور واویلا کا طعنہ ہمیں دے رہے ہیں ـــــ اب ہم موصوف کے لیے اس لفظ کی تبدیلی سے جو بڑا تغیر اور شدید غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، اس کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں:

سفیان بن عیینہ اور ابو عمرو بن علاء وغیرہ کی جس تفسیر کا رد ابن کثیر وغیرہ کر رہے ہیں، اس میں اصل اہمیت "ذ ک ر" مادہ سے لغوی مراد کی ہے، جو "رجل" سے متعلق نہیں ہے کیونکہ جن لوگوں نے "ذ ک ر" جس سے "تذکر" ماخوذ ہے، مراد مذکر بنانا لیا ہے، انہوں نے تفسیر یوں کی ہے کہ شہادت میں دو عورتوں کو اس لیے جمع کیا گیا ہے کہ دوسری عورت پہلی عورت کو مذکر بنا دے گی۔ یعنی دونوں کی مجموعی شہادت مذکر کی شہادت جیسی یا اس کے بمنزلہ ہو گی۔ گویا ہر ایک کی گواہی شہادت ہونے کی بجائے دونوں کی مجموعی گواہی شہادت ہو گی جو بمنزلہ ایک مرد کی شہادت کے ہے —— غور فرمائیے، کیا یہ وہی تفسیر نہیں ہے جس کو موصوف نے اب دوسری انتہاء کے طور پر اختیار کر لیا ہے —— اور جسے امام شوکانیؒ نے اپنی تفسیر میں واضح کر کے اس کی تردید بھی بایں الفاظ فرمائی ہے[1]:

"وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: مَعْنَى قَوْلِهِ (فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى) تُصَيِّرُهَا ذَكَرًا، يَعْنِي أَنَّ مَجْمُوعَ شَهَادَةِ الْمَرْأَتَيْنِ مِثْلُ شَهَادَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ۔ وَرُوِيَ نَحْوُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ۔ وَلَا شَكَّ أَنَّ هٰذَا بَاطِلٌ لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ شَرْعٌ وَلَا لُغَةٌ وَلَا عَقْلٌ!"

"سفیان بن عیینہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى" کا معنیٰ یہ ہے کہ دوسری عورت پہلی عورت کو مذکر میں تبدیل کر دے گی، یعنی دونوں عورتوں کی مجموعی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہے —— اسی کی مانند تفسیر ابو عمرو بن علاء سے بھی منقول ہے —— اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفسیر از روئے شرع اور لغت و عقل باطل ہے!"

[1] تفسیر کشاف میں امام لغت زمخشری نے اس تفسیر کا مفہوم اور رد یوں کیا ہے:
"وَمِنْ بِدَعِ التَّفَاسِيرِ فَتُذَكِّرَ فَتَجْعَلَ

ملاحظہ فرمایا آپ نے، کیا امام شوکانیؒ واضح طور پر اس تفسیر کا رد نہیں کر رہے جو صاحب موصوف نے اپنا موقف تبدیل کر کے اب اختیار کر لی ہے اور جسے وہ بزعم خود ہماری تردید میں نقل کر رہے ہیں؟ —— حالانکہ اس سے قبل امام شوکانیؒ واضح طور پر وہی تفسیر خود کر رہے ہیں جو ہم نے بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وَهٰذِهِ الْآيَةُ تَعْلِيلٌ لِاعْتِبَارِ الْعَدَدِ فِي النِّسَاءِ، أَيْ فَلْيَشْهَدْ رَجُلٌ وَتَشْهَدْ إِمْرَأَتَانِ عِوَضًا عَنِ الرَّجُلِ الْآخَرِ لِأَجْلِ تَذْكِيرِ إِحْدَاهُمَا لِلْأُخْرٰى إِذَا ضَلَّتْ ..... وَأَبْهَمَ الْفَاعِلَ فِي تَضِلَّ وَتُذَكِّرَ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يَجُوزُ عَلَيْهِ الْوَصْفَانِ، فَالْمَعْنٰى إِنْ ضَلَّتْ هٰذِهِ ذَكَّرَتْهَا هٰذِهِ، وَإِنْ ضَلَّتْ هٰذِهِ ذَكَّرَتْهَا هٰذِهِ، لَا عَلَى التَّعْيِينِ"

(فتح القدیر، ج ۱ ص ۳۰۲)

کہ "یہ آیت عورتوں کے نصابِ شہادت میں گنتی کی علت ہے۔ یعنی (دو مردوں کی عدم موجودگی میں) ایک مرد اور دو عورتیں، دوسرے مرد کے عوض گواہ بننی چاہئیں تاکہ دونوں میں سے ایک، دوسری کے بھٹکنے پر تذکار کا کام کرے ..... پس مراد یہ ہے کہ اگر یہ بھٹکے تو اسے

إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى ذَكَرًا يَعْنِي أَنَّهُمَا إِذَا اجْتَمَعَتَا كَانَتَا بِمَنْزِلَةِ ذَكَرٍ!"

"اور بعض تفاسیر سے یہ ہے کہ فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى" کا معنی "تَجْعَلُ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى ذَكَرًا"، ہو یعنی وہ دونوں عورتیں جب جمع ہو جائیں گی تو بمنزلہ "مذکر" ہوں گی"۔

یہ بھی اس بات کا رد ہے کہ دونوں کی شہادت مل کر ایک شہادت نہیں ہوگی کہ بمنزلہ شہادتِ مذکر ہو بلکہ ہر ایک کی گواہی مستقل شہادت شمار ہوگی خواہ کیفیت کے اعتبار سے دونوں مذکر ہی بھی ہوں!

وُہ یاد کرائے، اور اگر وُہ بھٹکے تو اُسے یہ یاد کرائے ـــــ (شاہدہ اور مذکرّہ) کی تعیین کے بغیر!" ـــ اور یہی بات ہم نے بھی لکھی تھی ـــ دیکھیے محدّث اپریل ۸۳ ص ۹ سطر ۱۰)

امام شوکانی کی مذکورہ بالا عبارت سے تین باتوں کی طرف ہم توجہ دلانا مناسب سمجھتے ہیں؛

۱ـ آیتِ شہادت نصابِ شہادت کے بارے میں نص ہے نہ کہ شہادت کی کیفیت میں ـــــ واضح رہے کہ یہی موضوعِ بحث ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔

۲ـ تَضِلَّ اور تُذَكِّرَ" میں مذکرّہ اور شاہدہ کی تعیین نہیں ہے۔ اس ابہام کی بناء پر دونوں شاہدہ ہیں اور دونوں مذکرّہ! ـــــ دیکھیے کہ کس طرح ہماری تفسیر کی تعبیر ہو رہی ہے اور ایک کے شاہدہ اور دوسری کے مذکرّہ ہونے (جس کو بار بار صاحبِ مضمون نے دوہرایا ہے) کی تردید!

۳ـ "اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" شہادت کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ نصابِ شہادت میں ایک مرد کے قائم مقام دو عورتوں کے گواہ بننے کی وجہ بیان ہوئی ہے کہ ایک عورت کے بھٹکنے کا امکان زیادہ ہے اس لیے اس کے تذکار کے لیے دوسری کی ضرورت ہے۔ چونکہ بھٹکنے کا امکان دونوں میں عورت ہونے کی وجہ سے ہے، اس لیے دونوں ہی مذکرّہ ہیں۔ امام شوکانیؒ نے اس کی مزید وضاحت اسی صفحہ پر بعد میں "يَقَعُ بَيْنَهُمَا مُتَنَاوِبًا" (کہ یہ ضلال اور تذکار دونوں کے درمیان باری باری ہوگا ـ ") کے الفاظ سے بھی کی ہے۔ اسی نکتہ کی وضاحت ابوبکر بن العربی نے "اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" کے تحت یوں کی ہے:

"فَلَمَّا كَرَّرَ اِحْدٰهُمَا اَفَادَ تُذَكِّرُهُ الذَّاكِرَةُ لِلْغَافِلَةِ وَتُذَكِّرُهُ الْغَافِلَةَ لِلذَّاكِرَةِ اَيْضًا لَوِ انْقَلَبَتِ الْحَالُ فِيْهِمَا بِاَنْ تَذْكُرَ الْغَافِلَةُ وَتَغْفُلَ الذَّاكِرَةُ وَذٰلِكَ غَايَةٌ فِي الْبَيَانِ!"

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۶)

"پس جب اللہ تعالیٰ نے "اِحْدٰهُمَا" کا تکرار فرمایا ہے تو اس نے

غفلت کرنے والی کو یاد رکھنے والی کے تذکار اور یاد رکھنے والی کو غفلت کرنے والی کے تذکار کا فائدہ دیا۔ اگر ان دونوں میں حالت برعکس ہو کہ غفلت کرنے والی یاد رکھتی ہو، اور یاد رکھنے والی غافل ہو جائے ـــ اور یہ انتہائی بیان ہے!"

ابن العربیؒ نے یہ بات ایک بلاغی نکتے کے طور پر بیان کی ہے۔ امام شوکانیؒ نے یہی بات دوسرے رنگ میں پیش کر دی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں تفاسیر میں بظاہر دونوں عورتوں کا شاہدہ اور مذکرۃ ہونا بیان ہوا ہے جو ہماری پیش کردہ تفسیر کی واضح تائید ہے، لیکن دونوں مفسروں نے اسے بلاغی اور اضافی نکتہ کے طور پر بیان کیا ہے ـــــ اگر شہادت کی کیفیت مقصود ہوتی تو وہ شہادت کی تفصیلی کیفیت بھی بیان کرتے ـــــ بہرصورت یہ موضوعِ بحث نہیں ہے، تاہم یہ ذکر ہم اس بناء پر کر رہے ہیں کہ صاحبِ موصوف نے خواہ مخواہ یہاں کیفیتِ شہادت کا موضوع چھیڑ دیا ہے۔

یہاں ہم قارئین کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ابن کثیرؒ وغیرہ جس تفسیر کا رد کر رہے ہیں اور پھر اس تفسیر (اِنَّ شَهَادَتَهُمَا مَعًا تَجْعَلُهُمَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ) کا جو مفہوم پیش کر رہے ہیں، اس کے سامنے اگر احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ("فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ" ـــ اور "أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ") رکھ لیں تو واضح ہو گا کہ خود حدیثِ رسولؐ پیش کر کے اور آیت کو نصابِ شہادت میں نص بتا کر یہ مفسرین کبھی بھی احادیث کے مطابق تفسیر کا رد نہیں کر سکتے بلکہ صاحبِ موصوف کو دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہونے اور دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہونے یا اس کی شہادت کے بمنزلہ ہونے کے فرق کا احساس نہیں ہوا۔ اس لیے دونوں کو ایک ہی مفہوم دے کر دونوں کا رد فرما رہے ہیں جس کی زد حدیثِ رسول اللہ پر پڑتی ہے کیونکہ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر عورت کی گواہی کا شہادت ہونا ظاہر ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ بالا مرجوح تفسیر سے دونوں کا مل کر مرد کی ایک شہادت

جیسا ہونا لازم آتا ہے، جو درست نہیں ہے ــــــ یہی وہ نقطہ ہے جس کی بناء پر "محرم سے مجرم کر دینے" کی توجیہ صاحبِ موصوف کے ذہن میں نہ آسکی اور فرما رہے ہیں کہ:

"کَشْتِیْ بَادَۃِ ذَکَرٍ" کی بجائے "کَشْتِیْ بَادَۃِ رَجُلٍ" کے الفاظ سے کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا"

حالانکہ اگر "رَجُلٍ" کی بجائے "ذَکَرٍ" کے مدارِ تفسیر ہونے کا پاس رکھتے تو اس بڑے مغالطے کا شکار نہ ہوتے اور نہ ہی اس شکوہ کی نوبت آتی کہ:

"مسلک کے ٹھیکیدار یہ بتا سکتے ہیں کہ ہم سے کونسا جرم ہوا ہے جس کے انسداد کیلئے جماعت اہلحدیث کے علماء کے دروازوں پر الحذر اور المدد کی دستک دی گئی ہے؟"

ــ جبکہ اس میں فرمانِ رسول اللہ کو نظر انداز کرنے کا جرم بھی شامل ہے:

"فتذکر" کی دو تفسیریں اور دو قراءتیں:

"فتذکر" کی دو قراءتوں کا مسئلہ اگرچہ موضوعِ بحث سے براہِ راست متعلق نہیں تاہم صاحبِ موصوف نے علمی برتری کے حصول کے لیے اسے خصوصی اہمیت اور بے سُود طوالت دی ہے۔ حالانکہ بحث کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اسے اصل موضوع تک محدود رکھا جائے ــــــ اس سے ہٹ کر دُوسرے موضوعات کو اہمیت دینا دراصل قارئین کو ذہنی طور پر الجھانے کا باعث ہوتا ہے، جو ظاہر ہے کہ اپنے موقف کی کمزوری کے احساس سے ہی اختیار کیا جاتا ہے ــــ تاہم اگر انہوں نے یہ بحث چھیڑ ہی دی ہے تو ہم اسے بھی واضح کر کے اس ذہنی الجھاؤ کو دُور کرنا چاہتے ہیں:

ائمہ تفسیر اس بات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ اگر کسی جگہ تلاوتِ آیات میں زیادہ قراءتیں ہوں تو ہر قراءت کو علیحدہ علیحدہ معانی پر محمول کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ تفسیر نے "فتذکر" کی (ابو عمرو بن العلاء کی وہ) تفسیر، جو "ذَکَرٌ" سے ماخوذ کر کے "فَتُذْکِرَ" پڑھنے سے کی گئی ہے، اس کی تردید کی ہے۔ چونکہ یہ تفسیر "فَتُذْکِرَ" پڑھ کر کی گئی تھی، اس لیے بظاہر یہ اس قراءت کا رد نظر آتا ہے۔ کیونکہ ابو عمرو بن العلاء، کا شمار قراءِ سبعہ میں ہے اور اس انداز سے بعض قاریوں اور ان کی قراءتوں کا رد جلیل القدر ائمہ سے بھی ملتا ہے، اس لیے اس سلسلہ میں

صاحبِ موصوف کا ــــــــ ذاتی حملوں پر اتر آنا مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگرچہ ہم ایسے ایک طالب علم کا شیوہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ درست توجیہ بننے کے باوجود اس بارہ میں اپنی عبارت کے اجمال کی بناء پر اپنی بات پر اصرار نہ کرے کہ " فَتُذَكِّرَ پڑھنا غلط ہے!" ــــ حالانکہ " فَتُذْكِرَ " پڑھنا صرف اس صورت میں غلط ہے جبکہ اس کی متذکرہ بالا تفسیر کی جائے مطلقاً غلط نہیں ہے! ــــ اور یہی بات صاحبِ موصوف بھی اپنے مضمون میں ان ائمہ کی طرف سے بیان فرما رہے ہیں جنھوں نے " فَتُذْكِرَ " قرأت کی تردید کی ہے۔ موصوف کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :

" اس بناء پر ائمۂ تفسیر نے اس قراءت کی تردید کی ہے کہ اس قراءت کی رُو سے معنیٰ یہ ہے کہ ہر دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہے۔ ائمۂ تفسیر میں سے کسی امام نے فَتُذْكِرَ، تخفیف کے ساتھ قراءت کی مطلق تردید نہیں کی ہے!" ــــ فافهم ولا تعجل ! واللّٰہ اعلم

آخر میں ، اگر جان کی امان پائیں تو اس جرأت کی معافی چاہتے ہیں کہ کاش صاحبِ موصوف سے حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنی اس ذاتی رائے کی غلطی تسلیم فرمائیں جس کی کوئی توجیہ ممکن نہیں ــــ اس لیے کہ غلطی کو غلطی ماننے سے سر بلندی ملا کرتی ہے ــــ غلط پر اڑنا علماء کا کام نہیں ــــ بالخصوص فرمانِ رسول اللہ کو بلاحیل و حجت تسلیم کرنا ہی دینی اور اخروی سعادتوں کا ضامن ہے ــــ ویسے بھی عصمت صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے، علماء کو نہیں ! ــــ یہ بات، جتنی جلدی وہ سمجھ جائیں گے اسی قدر فائدے میں رہیں گے ــــ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ! اکرام اللہ ساجد